حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ

علم حدیث اور آج کے مسائل

بد قسمتی سے مسلمانوں کا ایک طبقہ جو فقہا و محدثین کے ساتھ مرتبط تھا اپنے ضیق ماحول قصور فہم اور کوتاہی نظر کی وجہ سے ان تصانیف میں وہی کچھ دیکھتا رہا جو اس کے آئینہ قلب میں نظر آرہا تھا۔ اس لئے جب عبادات کا باب شروع ہوتا، اس میں بھی خصوصیت سے وہ حصہ جو مختلف فیہ مسائل سے متعلق ہے تو اس طبقے کے علوم و معارف اور توفیق و تحقیق کے سمندر میں تلاطم برپا ہو جاتا، تقریروں میں طول، طبیعت میں روانی اور مزاج میں جولانی پیدا ہو جاتی لیکن جب ان ہی کتب میں اجتماعیات و اخلاقیات، سیاست مدینہ اور تدبیر منزل وغیرہ کے باب آتے تو اس بحر تلاطم میں یک قلم جمود طاری ہو جاتا، لبوں پر مہر سکوت لگ جاتی، زبان پر خاموشی کے قفل چڑھ جاتے اور طبیعت کا وہ تمام جوش و خروش ایسا ٹھنڈا پڑ جاتا گویا اس میں حرارت کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔

اندریں حالات اس غلط فہمی کا پیدا ہو جانا ناگزیر تھا کہ محدثین کی یہ گراں مایہ خدمات یا تو کتب صوفیاء کی طرح صرف ایک "نظام خانقاہی" کا مجموعہ ہیں۔ یا یہ کتب کلام کی طرح علماء کلام کی موشگافیوں کا ایک دفتر پراگندہ اس انداز بحث و نظر کے خلاف اگر کبھی کسی نے کوئی قدم اٹھایا بھی تو اس کو بے دینی و زیغ، عدم تقلید، مخالفت سلف اور اس طرح کی عجیب و غریب تہمتوں سے متہم کر دیا گیا۔ ادھر مسلمانوں کا دوسرا طبقہ جو مذہب کو روز ازل ہی سے سامان درد سری یا زیادہ سے زیادہ ایک آئین تہذیب خیال کئے ہوئے تھا اس کو خود تو مطالعہ کی توفیق نہ ہوئی، ہماری اس غلط روش سے وہ ایک اور غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا یعنی یہ کہ ان کتابوں میں عبادات و رسوم یا چند مسائل کلامیہ و فقہیہ کے علاوہ اجتماعیات و معاشیات کا کوئی باب ہی نہیں ہے اور ہے تو بہت سطحی بلکہ غیر ضروری اور چند در چند وجوہ کی بنا پر وہ اپنی معاشیات و اقتصادیات کے لئے کوئی دوسری راہ تلاش کرنے پر مجبور ہو گیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں جماعتیں افراط و تفریط کے راستوں پر جا رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جمع احادیث کی جو خدمت محدثین کر گذرے ہیں اس کی اہمیت کو کسی وقت اور کسی حیثیت سے بھی کم کرنا یا صرف ان گنے چنے ابواب کی وجہ سے جنہیں ان کتب میں کسی وقتی ضرورت سے اہمیت دے دی گئی تھی، تمام ابواب و تراجم اور مباحث و بیانات کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا ان میں موجودہ جدید اصطلاحی الفاظ نہ دیکھ کر اصل حقائق سے بھی ان کو خالی سمجھ لینا یا موضوع فن سے لاعلمی کی بنا پر خود اس فن کے اہم ابواب کو غیر اہم سمجھ کر معترض ہونا علمی دنیا میں ناقابل معافی جرائم ہیں۔

دوسری طرف ہمیں اس کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ ان کتب میں جو ابواب و تراجم ایک خاص فضا اور خاص ماحول میں اہم سمجھ لئے گئے تھے۔ آج بھی ان کو اس نظرے دیکھے چلے جانا وہی جہمیت کی تردید، معتزلہ و خوارج کے ساتھ وہی جھگڑے، صفات کے عین وغیر ہونے کے متعلق وہی فلسفیانہ کاوشیں، پھر قرآن کریم کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کی وہی قدیم بحثیں زیر تحقیق لائے چلے جانا اور ایک ایسی زمین پر مالکیت و شافعیت کے لئے صف آرائی کرنا جہاں نہ کوئی شافعی ہے نہ مالکی، علم و فکر کے ان مظاہروں کو ہرگز اقتضاء علم نہیں کہا جا سکتا نہ تو اس کا نام احساس ضرورت ہے اور نہ اس کو صحیح معنی میں اتباع سلف کا نام دیا جا سکتا ہے، اتباع سلف یہ ہے کہ جس طرح امام بخاریؒ نے اپنے وقت کے فنون کے مقابلہ کے لئے کتاب الرد علی الجہمیہ، حجیت اخبار آحاد، صفات باری اور شئون باری پر مناسب عنوانات قائم کیے تھے، ان کے قدم بقدم چل کر ہم بھی وقتی مسائل کے لیے مناسب عنوانات قائم کریں۔ ہمیں اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ نہیں ہے کہ اگر امام بخاریؒ اس زمانے میں موجود ہوتے تو اپنی مجتہدانہ شان، دقت رسی، دقیقہ سنجی، اور امت کی ضرورتوں کے متعلق صحیح نبض شناسی اور دردمندی کی وجہ سے اپنے بابوں، ترجموں اور عنوانوں کا رخ جہمیت و اعتزال کی تردید کے بجائے یقیناً ان ہی مسائل کی طرف پھیر دیتے جو ہمارے وقت کے الجھے ہوئے مسائل کہلاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج بھی بخاری میں اجتماعیات و اقتصادیات اور دیگر ضروری مسائل کی جانب ایسی اہم تلمیحات موجود ہیں کہ اگر کوئی ذی علم ان سے استفادہ کرنا چاہے تو بہت کچھ استفادہ کر سکتا ہے اور انہیں جدید اخذ و استنباط کی بنیاد قرار دے سکتا ہے۔ آخر حضرت شاہ ولی اللہ محدثین ہند میں ایک محدث ہی تو تھے، جنہوں نے اسی قسم کی ضروریات کا احساس کر

بقیہ صفحہ ۱۱ پر